انقلاب کے تار سچ کے ساتھ جڑے ہوتے ہیں۔
سچ سے آپ کی زبان میں غیر معمولی قوت پیدا ہو جائے گی

(خطبہ جمعہ فرمودہ 30 / جون 1995ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیت کریمہ تلاوت کی۔

اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا ؕ وَمِمَّا يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَآءَ حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ؕ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً ۚ وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ ۞ (الرعد:18)

پھر فرمایا:۔

اس آیت کے مضمون پر روشنی ڈالنے سے پہلے یا اس آیت سے مضمون کی روشنی حاصل کرنے سے پہلے اعلان کرنا چاہتا ہوں کہ آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ گوئٹے مالا کا چھٹا سالانہ جلسہ شروع ہو رہا ہے اور یہ تین دن جاری رہ کر 2 / جولائی کو اختتام پذیر ہوگا۔ اسی طرح آج ہی UK کی مجلس خدام احمدیہ کا سالانہ اجتماع بھی شروع ہو رہا ہے۔ اسلام آباد میں اس وقت یہ اجتماع ہو رہا ہوگا اور یہ بھی تین دن جاری رہے گا۔ تو ان دونوں کی طرف سے اس خواہش کا اظہار تھا کہ ان کا ذکر خیر اس خطبے کے موقع پر کر دیا جائے۔ گوئٹے مالا نے مزید یہ لکھا ہے کہ آج ہمارے لئے یہ اس لحاظ

سے بھی تاریخی دن ہے کہ اس سے پہلے اگرچہ باقی اردگرد کے ممالک میں تو ٹیلی ویژن کے ذریعے آپ سے رابطہ قائم ہو گیا تھا مگر ان کے لئے کچھ دقتیں تھیں جس کی وجہ سے اب تک وہ ٹیلی ویژن کے ذریعے عالمی احمدیہ سروس میں شامل نہیں ہو سکتے تھے کہتے ہیں آج پہلی دفعہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہماری دقتیں دور ہو گئی ہیں اور ہم اس وقت ایم ٹی اے کے ذریعے آپ لوگوں کو دیکھ رہے ہیں اور جو پہلے پروگرام جاری ہوئے تھے وہ شامل ہیں اس میں اور اب جو خطبہ ہو رہا ہے کہتے ہیں اس کو بھی ہم دیکھ رہے ہوں گے ۔ اس لئے خصوصیت سے آپ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے دیکھیں اور السلام علیکم کہیں۔ پس میں آپ سب کو محمد اکرم صاحب عمر جو امیر ہیں گوئٹے مالا کے، ان کو بھی ڈاکٹر جمال الدین صاحب ضیاء کو بھی طوماس لوئیس جو مقامی احمدی ہیں، ماشاء اللہ مخلص ہیں اکرم خالد صاحب، لوکاس صاحب، طاہر عبداللہ اور ان کے بیٹے جو امریکہ سے یہاں آئے ہوئے ہیں، اس وقت USA میں آئے ہوئے ہیں اور ڈش انیٹنا ٹھیک کروانے میں ان کی کوششوں کا بڑا کام ہے۔ اسی طرح یحییٰ رشید صاحب ہیں وہاں مستورات ہیں، بچگان ہیں ان سب کو میں اپنی طرف سے بھی اور آپ سب کی طرف سے بھی محبت بھرا اسلام پیش کرتا ہوں اور اس عالمی تقریب میں شمولیت پر مبارکباد دیتا ہوں۔

اسی طرح روزمرہ اللہ کے فضل سے یہ سلسلہ پھیلتا جا رہا ہے۔ صرف احمدیوں میں ہی نہیں بلکہ غیر احمدیوں میں بھی ایم ٹی اے کی مقبولیت بہت بڑھ رہی ہے اور اس کے نتیجے میں پھر مخالفتیں بھی شروع ہو گئی ہیں۔ ایسے ممالک میں جہاں اخبارات میں احمدیت کا ذکر ہی کوئی نہیں آتا تھا جب سے لوگوں نے ایم ٹی اے کے ذریعے رابطہ قائم کیا ہے اور اپنے تأثرات ماحول میں بیان کرنے لگے ہیں اس وقت سے وہاں بھی مخالفتوں کا زور اٹھ کھڑا ہوا ہے اور یہ جو پہلو ہے تبلیغ اور مخالفت کا یہی وہ پہلو ہے جو اس آیت کریمہ میں بیان ہوا ہے اور اس کے فوائد پر بھی اسی آیت نے روشنی ڈالی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا بظاہر تو لفظی ترجمہ ماضی کا ہے کہ اللہ نے آسمان سے پانی اُتارا مگر اگلا مضمون بتا رہا ہے کہ یہ ایک جاری سنت کا ذکر ہے اس لئے یہاں یہ ترجمہ کرنا صرف جائز بلکہ سیاق و سباق کے عین مطابق ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے پانی اُتارا ہے۔ فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا وادیاں اپنے اپنے ظرف کے مطابق بھر جاتی ہیں اور بہہ پڑتی ہیں۔ جب کہا جاتا ہے کہ آنکھیں جاری ہو گئیں تو مراد یہ ہے کہ آنکھوں سے آنسو جاری

ہو گئے ۔ جب کہتے ہیں وادیاں بہہ نکلیں تو مراد ہے کہ اتنا پانی آیا کہ وادیوں میں پانی کے دریا بہہ پڑے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہر وادی اپنی توفیق کے مطابق بھر جاتی ہے اور بہنے لگتی ہے۔ فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا اور یہ جو سیلاب ہے یہ جھاگ بھی بہت اُٹھاتا ہے۔ ایسی جھاگ جس کے اندر اوپر آنے کی خاصیت ہے۔ جو اس کے نیچے پانی ہے یا اور وزنی معدنیات ہیں یا زرخیز مٹی جو پانی میں گھلی ہوئی ہے اس سب کو جھاگ ڈھانپ لیتی ہے دیکھنے میں ایک جھاگ کا طوفان دکھائی دیتا ہے۔ فرمایا وَمِمَّا يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَاءَ حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ وہ سب چیزیں جن کے زیور بنانے کی خاطر یا اور قیمتی سامان بنانے کے لئے یہ استعمال کرتے ہیں اور ان پر آگ پھونکتے ہیں اور آگ پھونک کر پگھلاتے ہیں ان کو ان چیزوں میں سے بھی ایک جھاگ اٹھ کر اوپر آجاتی ہے فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً پس جو جھاگ ہے وہ تو ضائع چلی جاتی ہے۔ اس کو تو سنار بھی ایک طرف کر کے پھینکتا چلا جاتا ہے۔ وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ اسی طرح جب آسمان سے پانی اُتارتا ہے۔ اس پر بھی جھاگ اُٹھتی ہے۔ وہ ضائع چلی جاتی ہے اور اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ ہاں جو فائدہ پہنچانے والی چیزیں آسمان سے بارشوں کے ساتھ اترتی ہیں یا زمین میں ان کے ساتھ شامل ہو جاتی ہیں۔ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ وہ باقی رکھی جاتی ہیں، وہ زمین میں ٹھہر جاتی ہیں اور جھاگ کا نظارہ تو آنی جانی چیز ہے۔ ایک فانی سا قصہ ہے ادھر جھاگ اُٹھی ادھر سوکھ کر یا ویسے ہی ہوا اڑا کر لے گئی یا ضائع ہو گئی۔ سمندر کے کنارے دریاؤں کے کنارے طغیانیوں کے بعد ایسی جھاگ تنکوں اور خس و خاشاک سے بھری ہوئی یا اور گندگیوں کے ساتھ ملوث ملتی ہے لیکن کبھی کوئی اس طرف توجہ نہیں دیتا۔ چند دن میں پھر وہ بھی نظر سے غائب ہو جاتی ہے۔ ہاں جو سیلاب میں فائدہ پہنچانے والی چیزیں ہیں وہ زرخیز مٹی پیچھے چھوڑ جاتا ہے اور بہت سی چیزیں، قیمتی معدنیات جو اس کے ساتھ آتی ہیں اور آسمان کی بجلی سے جو زرخیزی پیدا ہوتی ہے سیلاب کے پانی میں وہ بھی شامل ہو جاتی ہے اور وہ ساری چیزیں ایسی ہیں جو باقی رہتی ہیں اور زمین کو فائدہ پہنچاتی ہیں۔ یہ جو بارش ہے یہ ایک دن میں اس سے زیادہ کھاد بنا دیتی ہے جتنی سارا سال ساری دنیا کے تمام کارخانے مل کر جو بناتے ہیں۔ اس سے زیادہ ایک دن میں بارشوں کے نتیجے میں جو آسمانی بجلی سے کھاد بنتی ہے وہ زیادہ ہوتی ہے۔ تو تمام تر بناء آسمان پر ہی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے كَذٰلِكَ يَضۡرِبُ اللّٰهُ الۡحَقَّ وَالۡبَاطِلَ کہ اسی طرح اللہ حق اور باطل کی مثال بیان فرماتا ہے اس پر غور کرو تو تمہیں سمجھ آئے گی، حق کیا ہے، باطل کیا ہے اور حق اور باطل کا آپس میں کیا ربط ہے وَاَمَّا مَا يَنۡفَعُ النَّاسَ فَيَمۡكُثُ فِى الۡاَرۡضِ كَذٰلِكَ يَضۡرِبُ اللّٰهُ الۡاَمۡثَالَ اسی طرح اللہ مثال پیش کیا کرتا ہے۔

میں گزشتہ خطبے میں بھی مضمون بیان کر چکا ہوں کہ حق کا تبلیغ سے بہت گہرا تعلق ہے اور یہ جو اللہ تعالیٰ نے مثال بیان فرمائی ہے۔ اس میں دراصل کامیاب دعوت الی اللہ کا نقشہ کھینچا گیا ہے اور ان مخالفتوں کا ذکر فرمایا گیا ہے جو آسمان سے پانی اُترنے کے نتیجے میں ضروری ہوتی ہیں اور نقشہ ایسا خوبصورت کھینچا گیا ہے کہ اس سے یہ پتا چلتا ہے کہ جہاں یہ شور پڑے گا وہاں فائدہ بھی ہوگا اور جہاں خاموشی رہے گی وہاں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ چنانچہ فرماتا ہے فَسَالَتۡ اَوۡدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا وادیاں اپنی اپنی توفیق کے مطابق سیلاب دکھاتی ہیں۔ بارش تو ہر جگہ برابر اترتی ہے لیکن جن وادیوں میں یہ توفیق ہے کہ اس کے پانی کو سمیٹیں اور پھر زور سے بہائیں وہاں یہ نظارے دیکھتے ہیں اور جہاں یہ نظارہ نہیں دیکھتے وہاں کوئی خاص باقی رہنے والا فائدہ بھی دکھائی نہیں دیتا ہے۔

پس اس میں جو Excitement کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ ایک ہنگامے کا شور، ایک جوش وخروش کا وہ تبلیغ کے مضمون پر بعینہٖ چسپاں ہوتا ہے۔ جن علاقوں میں ٹھنڈا ٹھنڈا معاملہ چلا آرہا تھا۔ سال ہا سال سے بعض علاقوں میں پچاس سال سے کوئی شور نہیں تھا اور کوئی تبلیغ نہیں ہو رہی تھی۔ جب شور پڑا ہے تو پھر جھاگ بھی اٹھی ہے اور یہ جھاگ پانی پہ تو دکھائی نہیں دیتی مگر مخالفت ملاں کے منہ پر دکھائی دیتی ہے۔ یہ نقشہ جو ہے واقعی طیش میں آکر جو تقریریں پھینکتے ہیں تو منہ سے جھاگ برس رہی ہے اور یہ نقشہ جو ہے روحانی طور پر یہ کس طرح جھاگ دکھائی دیتی ہے وہ آنکھوں کے سامنے نظر آرہا ہوتا ہے۔ جہاں یہ جھاگ دکھاتے ہیں اور جوش دکھاتے ہیں ان کی جھاگیں تو ضائع چلی جاتی ہیں۔ کوئی بھی فائدہ نہیں پہنچتا لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس جوش وخروش کے نتیجے میں زرخیز مٹی ضرور اُٹھتی ہے اور وہ زمین کو فائدہ پہنچانے لگتی ہے اور بہت سے قیمتی اجزا جو انسانی سوسائٹی میں مدفون ہوتے ہیں وہ صلاحیتوں کی طرح ہیں۔ ان میں بڑی اچھی اچھی صلاحیتیں ہیں لیکن عملاً حرکت میں نہیں آرہی ہوتیں، جب یہ مخالفت کا جوش اُٹھتا ہے اور آپ دیکھتے ہیں کہ ایک سیلاب کی سی کیفیت پیدا ہوگئی ہے تو وہ دبی ہوئی

صلاحیتوں کے مالک اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور وہ پھر مستقل زمین کا فائدہ دینے والا حصہ بن جاتے ہیں۔

یہی حال اس وقت ساری دنیا میں تبلیغ میں دکھائی دے رہا ہے کوئی بھی استثناء نہیں۔ جہاں جہاں بھی یہ مہمات چلی ہیں وہیں مخالفت کا شور بھی اُٹھا ہے۔ وہاں تکلیفیں بھی پہنچانے کی کوشش کی گئی ہے اور کئی جگہ پہنچائی گئی ہیں۔ مگر یہ جھاگ جو ہے یہ نقصان کوئی نہیں پہنچا سکتی۔ آہستہ آہستہ ایک کنارے لگ گئی یا لگتی چلی جارہی ہے لیکن تبلیغ کے نتیجے میں ان علاقوں کی جو مخفی صلاحیتیں تھیں، وہ مدفون تھیں ایک طرح سے ان کو سیلاب نے اُٹھایا ہے اور اٹھا کر پھر ان کا انتشار کیا ہے۔ جو زرخیز وادیاں نہیں تھیں وہاں بھی پہنچا دیا ہے۔ یہ سلسلہ اب چل نکلا ہے اور اس زور سے کل عالم میں رونما ہو رہا ہے کہ واقعۃً بعض علاقوں میں سیلاب کی سی کیفیت ہے جو رپورٹیں آرہی ہیں ان سے آدمی یہ پڑھ کر حیران ہو جاتا ہے کہ وہ جگہیں جہاں گزشتہ پچاس سال میں دس ہزار بھی احمدی نہیں ہوئے تھے وہاں چند مہینے کے اندر اندر پچاس پچاس ہزار ہو گئے ہیں اور بعض جگہ ایک لاکھ سے اوپر چلے گئے ہیں۔ وہی علاقے ہیں وہی لوگ ہیں آسمان کا پانی بھی تھا لیکن یہ سیلاب کی کیفیت نہیں تھی کیونکہ بِقَدَرِهَا کی شرط پوری نہیں ہوئی تھی آسمان سے جو پانی اترتا ہے۔ اسے وادی اپنی حیثیت اور توفیق کے مطابق لے کر پھر اس کا سیلاب بناتی ہے جن دلوں میں وہ نازل ہوا ہے وہ تو مومن دل ہی ہیں اگر ان میں کوئی ہنگامہ نہ ہو۔ ان میں وہ پانی بھر کر ایک سیلاب کی کیفیت پیدا نہ کرے تو وہ فوائد جو قرآن کریم کی آیت ہمارے سامنے رکھ رہی رہے۔ وہ حاصل نہیں ہو سکتے۔ پس جو ایک Excitement کی کیفیت ہے وہی ہے جو انقلاب برپا کیا کرتی ہے اور ٹھنڈے ٹھنڈے دل جو ہیں ان سے کبھی بھی دنیا میں کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ حضرت مصلح الموعودؓ نے اپنے ایک شعر میں فرمایا کہ:

عاقل کا یہاں پر کام نہیں وہ لاکھوں بھی بے فائدہ ہیں
مقصود مرا پورا ہو اگر مل جائیں مجھے دیوانے دو (کلام محمود: 154)

تو تبلیغ میں دیوانگی کی جو ضرورت ہے یہ اسی لئے ہے کہ اس سے Excitement پیدا ہوتی ہے اور Excite ہوئے بغیر نہ آپ تبلیغ کا حق ادا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں نہ لوگوں میں توجہ پیدا ہوتی ہے۔ دیوانگی سے ہوتی ہے، جب ایک جوش پیدا ہو جائے تو آپ کے ساتھ علاقہ جاگ اُٹھتا ہے۔ مولوی جو دبے بیٹھے تھے وہ بھی اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور یہی منظر سامنے آتا ہے۔

جو قرآن کریم کی یہ آیت کھینچ رہی ہے۔ پس بِقَدَرِهَا کا مضمون بہت ہی اہمیت رکھتا ہے۔ اپنی توفیق کو بڑھاؤ اور اپنی توفیق میں سیلاب پیدا کرنے کی صلاحیت داخل کرو اگر تمہارے اندر سیلاب آ گیا تو پھر علاقے پر یہ ضرور اُمڈے گا اور یہ چیزیں جو قرآن کریم نے بیان فرمائی ہیں لازماً پیدا ہوں گی ۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے دیکھو ایک چھوٹی سی وہ کٹھالی جس میں سنار سونے کو یا قیمتی دھاتوں کو پگھلاتا ہے، چھوٹی سی چیز کے اندر بھی تو سیلاب آجاتا ہے اور ہوتا وہی ہے جیسے آسمانی پانی کے اترنے سے سیلاب کے نتیجے میں ہوتا ہے جھاگ وہاں بھی پیدا ہوتی ہے لیکن وہ Excitement کے ذریعے ہے۔ اب جتنے بھی Scientists ہیں وہ جانتے ہیں کہ خواہ وہ Phyiscal Reaction ہو یا Chemical Reaction ہو جب تک مالیکولز اور ایٹمز Excited سٹیٹ میں نہ ہوں اس وقت تک Reaction نہیں ہوسکتا۔ جتنے ٹھنڈے ہوں گے اتنا ہی Reaction کم ہوتا چلا جائے گا ہے یہاں تک کہ ایک ایسا ٹمپریچر آجاتا ہے جس میں جا کر آپس میں وہ ایک دوسرے پر عمل کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔ اسی لئے جب درجہ حرارت کو بڑھا دیا جاتا ہے تو زیادہ تیز ہو جاتے ہیں۔ پس یہ جو درجہ حرارت کا گرنا ہے ایک ایسی حد تک پہنچ جانا اس میں پھر Activity نہ رہے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ جو کیمیائی مادے ہیں جن میں ماحول کو تبدیل کرنے کی طاقت ہے ان میں وہ صلاحیت ہے ہی نہیں۔ وہ مومن جو حقیقت میں مومن ہیں جو آسمان سے اترنے والے پانی کے نگران مقرر کئے گئے نگہبان بنائے گئے، ان کا درجہ حرارت اگر گر جائے تو وہی کیفیت ہوگی جو Unexcited State میں کیمیکلز کی ہوتی ہے درجہ حرارت گر گیا ہے۔ مادوں میں صلاحیت تو ہے کہ ساتھ کے کیمیکلز سے React کرے اور کچھ اور بنادے مگر جان ہی نہیں تو حرکت کیسے کرے گی۔ پس جتنی بھی دنیا میں تبلیغ کرنے والی جماعتیں ہیں ان کا Excite ہونا بہت ضروری ہے اور سیلاب کی کیفیت میں یہی Excitement دکھائی گئی ہے اور قرآن کریم نے جو دوسری مثال دی ہے وہ پانی کے برعکس ہے۔ Excitement دو طرح سے ہوتی ہے ایک آسمان سے پانی اُترنے کے نتیجے میں اور پانی کا ایک اپنا جوش ہے اور دوسرے آگ کا جوش ہے۔

دوسری مثال آگ کے جوش کی دی ہے کہ وہ اس پر پھونکتے ہیں دھونکنیاں بنا کر ان پر آگ پھونکتے ہیں کہ کسی طرح اس مادے میں حرکت ہو اور جو کھوٹ ملا ہوا ہو سونے میں وہ جھاگ کے

ساتھ ایک طرف ہو جائے اور جو اصلی قیمتی چیز ہے وہ ایک طرف ہو جائے۔ پس جماعت احمدیہ میں اس قسم کی ہلچل پیدا کرنے کا دور ہے اور جن جن جماعتوں میں سستی ہے غفلت ہے وہاں جو بھی ذریعہ اختیار کریں وہاں Excitement بہر حال پیدا کرنی ہوگی۔ کہتے ہیں پہلے دل گداختہ پیدا کرے کوئی پھر انقلاب ہوا کرتا ہے۔ کبھی ٹھنڈے دلوں سے بھی انقلاب ہوا ہے؟ پس اب سمجھ آئی حکمت کہ خدا اپنے نبیوں کو مجنون کیوں کہلانے دیتا ہے۔ اس لئے کہ ان کے اندر واقعۃً ایک مقصد کے لئے جنون کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ اگر انبیاء میں یہ کیفیت نہ ہو تو ماحول میں Excitement نہیں پیدا کر سکتے اور ہلا جلا کر ان کے اندر ایک طوفانی کیفیت برپا نہیں کر سکتے۔

پس اصل راز، حقیقی راز کمزور اور غافل جماعتوں کا یہی ہے کہ ان کو کسی طرح سے متحرک کر دیں، ان میں اضطراب پیدا کر دیں یہ وہ اللہ کے شیر ہیں کہ جب جاگ اُٹھیں گے، اضطراب ہوگا تو پھر قانون ضرور جاری ہوگا۔ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ (بنی اسرائیل:82) حق آ گیا اور باطل نے تو بھاگنا ہی بھاگنا ہے۔ پس بعض دفعہ حق موجود بھی ہو تو آیا نہیں ہوتا۔ جب آتا ہے تو اس وقت جب بیدار ہو جاتا ہے جب اس کو اپنی حیثیت کا احساس پیدا ہو جاتا ہے کہ میں کیا ہوں، جب وہ اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ سوئے ہوئے شیر سے تو کوئی نہیں ڈرتا۔ ہاں جو جاگ جائے اور غرانے لگے یا دھاڑنے لگے اس سے جنگل کا جنگل دہل جاتا ہے۔

پس ہندوستان میں بھی اور دوسرے علاقے میں بھی جہاں مدتوں سے تبلیغ میں ایک قسم کا جمود طاری تھا۔ بعض علاقے ہی بالکل خالی تھے جب کہتے تھے کہ تبلیغ کرو تو کہتے تھے یہاں تو ماحول ہی نہیں ہے، سنتا ہی کوئی نہیں۔ اب عجیب انقلاب برپا ہو رہا ہے۔ وہ جماعتیں جو گزشتہ سو سال سے ایک دو تین ہزار سے زیادہ نہیں ہوئیں۔ اب وہاں دس، دس ہزار کی تعداد میں نئے احمدی ہو چکے ہیں اور یہ نقشہ ہر جگہ پیدا ہو رہا ہے۔ انگلستان میں بھی ہو سکتا ہے اور ہو چکا ہے۔ انگلینڈ میں ہی لندن میں ایک ایسی جماعت ہے۔ جس میں Excitement ہے وہ بیدار ہے، وہ متحرک ہے، وہ ایک سیلاب کی سی کیفیت پیدا کر رہی ہے اور دیکھتے دیکھتے وہاں کے پرانے احمدیوں کے مقابل پر نئے احمدی دس گنا زیادہ بڑھ چکے ہیں۔ اب وہ جماعت ہی دراصل نو احمدیوں کی جماعت بن گئی ہے۔ پس اگر یہ لندن میں ہو سکتا ہے۔ تو ہارٹلے پول میں کیوں نہیں ہو سکتا، باٹلے میں کیوں نہیں ہو سکتا اور بریڈ فورڈ

میں کیوں نہیں ہوسکتا اور برمنگھم میں کیوں نہیں ہوسکتا۔ ہوسکتا ہے، خدا کی یہ بات بہر حال سچی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے حق اور باطل کی یہ جو مثال ہم بیان کر رہے ہیں اس میں حکمتیں ہیں اس پر غور کرو۔ حق تو ہے تمہارے پاس لیکن سویا ہوا حق نہیں چاہئے۔ ٹھنڈے مزاج کا حق نہیں چاہئے اٹھ کھڑا ہو، بیدار ہو جائے اس میں ہیجان پیدا ہو جائے پھر دیکھو کہ کس طرح غیر پر غالب آتا ہے۔

اور اس سلسلے میں جب حق اٹھتا ہے تو اس کے ساتھ کچھ اور صفات کی بھی ضرورت پیش آتی ہے۔ قرآن کریم نے ان صفات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ (العصر: 4) جب بیداری پیدا ہوتی ہے، جھاگ اُٹھتی ہے تو وہ مثال دی گئی جس میں کوئی کسی چیز میں تکلیف محسوس کرنے کا مادہ نہیں ہے اور جب زندہ چیزوں پر اس کی مثال اطلاق پاتی ہے تو پھر تکلیف بھی پیدا ہوتی ہے وہ لوگ جو جوش میں جوش دکھاتے ہیں ایک مقابل کا طوفان اٹھالاتے ہیں اور وہ طوفان قرآن کریم بیان فرماتا ہے کہ جھوٹ کا ہوتا ہے۔ باطل کا طوفان برپا کرتے ہیں اور چاہتے یہ ہیں کہ اس کے ذریعے حق کو دبا دیں۔ تو ایک بڑی شدید جدوجہد شروع ہو جاتی ہے۔ اس وقت پھر اللہ تعالیٰ کیا کرتا ہے، فرمایا پہلے تم اپنا حق ادا کرو پھر معاملہ اللہ پر چھوڑ دو۔ حق حق کو کبھی نہیں چھوڑ سکتا یہ قطعی بات ہے۔ اللہ کا ایک نام حق ہے۔ تم حق کے پجاری ہو جاؤ، حق کے انصار بن جاؤ، حق کی خاطر اپنے آپ کو جھونک دو اور یاد رکھو کہ تمہارے لئے جو خطرات ہوں گے اللہ ان میں تمہارا نگران ہوگا، تمہارا محافظ ہوگا۔ تمہیں کامیابی سے نکال لانے والا ہوگا۔ پھر ان میں ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ مگر اس سے پہلے ایک صبر کا دور ہے فرمایا۔ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وہ حق کی نصیحت کرتے ہیں اور حق سے نصیحت کرتے ہیں۔

صبر کی نصیحت کرتے ہیں اور صبر سے نصیحت کرتے ہیں۔ یہ ''ب'' کا لفظ بیک وقت دونوں معانی پیدا کر گیا۔ حق کی خاطر جھوٹ نہیں بولتے پہلا یہ مضمون ہے جب حق کی نصیحت کرتے ہیں تو اپنی نگرانی کرتے ہیں کہ وہ حق کو غالب کرنے کی خاطر ہرگز کسی قسم کا جھوٹ نہ بولیں اور یہ ایک بہت ہی اہم شرط ہے کامیاب داعی الی اللہ کے لئے۔

میرا وسیع تجربہ ہے کہ وہ لوگ جو سچے ہوں وہ تھوڑی بات بھی کہیں تو ان میں زیادہ طاقت ہوتی ہے ان میں انقلاب برپا کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے وہ لوگ جو زیادہ بات بھی کریں ان کے

اندر انقلاب برپا کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی۔ وہ جتنی زیادہ بات کرتے ہیں اتنی جھاگ اڑاتے ہیں سیلاب میں حق بھی ہے اور باطل بھی ہے دونوں کو گویا اکٹھا کر کے جس طرح پنجابی میں کہتے ہیں ''مدھانی میں رِڑک دیتے ہیں چیز کو'' اللہ وہ نقشہ کھینچ رہا ہے کہ سیلاب میں تمہیں لگتا ہے کہ حق اور باطل رِڑک گئے ہیں آپس میں، ایک قیامت برپا ہوگئی ہے لیکن نقصان حق کا نہیں ہوتا، حق ضرور غالب آتا ہے کیونکہ اس کے اندر صبر کا مادہ ہے۔ وہ مضبوطی سے صبر دو طرح سے دکھاتا ہے۔ ایک یہ کہ حق والا حق پر قائم رہتا ہے اور کسی قیمت پر حق کا دامن نہیں چھوڑتا۔ یہ جو صلاحیت ہے مقابلے کے وقت جھوٹ نہ بولنا اور اور جھوٹ کا سہارا نہ لینا یہ دلائل میں قوت اور عظمت پیدا کرنیوالی بات ہے۔ وہ تمام لوگ جو کج بحث ہیں ان کی کج بحثی ہمیشہ جھوٹ سے پیدا ہوتی ہے۔ ایک آدمی دلیل میں ہار رہا ہو اور اپنے نفس کی خجالت چھپانے کے لئے، اپنی شرمندگی دور کرنے کے لئے وہ کوئی بہانہ بنانے پر آمادہ ہوتا کہ میں وقتی طور پر اس کے مقابلے میں ہارا ہوا دکھائی نہ دوں وہ جھوٹا ہے کیونکہ مقابلہ حق اور باطل کا ہے حق اور باطل کے مقابلہ میں، جہاں بھی آپ نے حق کا ساتھ چھوڑا اور اپنے آپ کو حق پر دکھانے کے لئے جھوٹ بولا وہیں حق سے آپ کا دامن چھوٹ گیا، آپ کا تعلق جاتا رہا۔ پس ایسی صورت میں پھر مولوی پیدا ہوتے ہیں، کج بحث لوگ پیدا ہوتے ہیں۔ دلیل نہ ملے تو پھر جھوٹی باتوں کا سہارا ڈھونڈتے ہیں اور ایسے لوگوں کے منہ سے جو جھاگ اڑتی ہے۔ اسی کا تو نقشہ قرآن نے کھینچا ہے کہ جھاگ کا کوئی فائدہ نہیں ہوا کرتا۔ جتنی مرضی تقریریں کرلو جو کج بحث ہے وہ کوئی تبدیلی پیدا نہیں کر سکتا۔ تھوڑی بات کرنے والا اگر بظاہر دب بھی گیا اور مقابل پر بہت ہی لسان آدمی ہو مگر ہو جھوٹا تو خدا تعالیٰ نے انسان میں ایک بیان کی طاقت رکھی ہے۔ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ (الرحمٰن:5) میں ایک یہ بھی معنی ہے کہ اس نے انسان کو پیدا فرمایا اور اس میں ایک کھرے کھوٹے کی تمیز کی صلاحیت رکھ دی۔ پس لوگ ہمیشہ سچے کو پہچان لیتے ہیں اور تھوڑی بات کرنے والا سچا زیادہ بات کرنے والے جھوٹے پر غالب آجاتا ہے۔ اگر فوری طور پر اس کا نتیجہ نہ بھی ظاہر ہو تو کچھ دیر کے بعد ان کے دلوں میں یہ بات کھلتی رہتی ہے اور بالآخر وہ پہنچ جاتے ہیں۔

بارہا ایسا ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ایسے مخلصین جو کم گو تھے مگر سچے تھے بحثوں میں بظاہر ہار گئے دوسرے دشمن نے شور ڈال کر ان پر غلبہ حاصل کر لیا لیکن بعد میں وہاں کے

لوگ جو شامل تھے وہ پتے پوچھتے پوچھتے پیچھے آئے کوئی قادیان جا کے پہنچا، کوئی دوسرا ان کے گھر ان کی بستی میں اگر وہاں رہتے تھے پہنچ گیا۔ کہا جی ہم بھی وہاں شامل تھے، ہمیں یہ پتا ہے کہ آپ سچے تھے وہ جھوٹے تھے۔ دلائل ہمیں زیادہ نہیں پتا، آپ کی سچائی ظاہر و باہر تھی۔ پس حق چھپائے سے چھپتا نہیں ہے نہ جھوٹ چھپائے سے چھپ سکتا ہے بالآخر ضرور ظاہر ہو جائے گا لیکن اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ دشمن ایک دھوکہ دینے کی کوشش کرتا ہے وہ یہ چاہتا ہے کہ باطل کے اوپر حق کی چادر پہنا دے اور حق کے نام پر جھوٹ کو پیش کرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر وہ ایسا کرتا ہے تو پھر خدا کی تقدیر اسے ضرور ناکام بنا کے دکھاتی ہے۔

ایک تو اہل کتاب کی یہ صفت بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ یٰٓاَهۡلَ الۡكِتٰبِ لِمَ تَلۡبِسُوۡنَ الۡحَقَّ بِالۡبَاطِلِ وَتَكۡتُمُوۡنَ الۡحَقَّ وَاَنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ (آل عمران:72) اے اہل کتاب تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ جھوٹ کے ذریعہ حق کو چھپانے کی کوشش کر رہے ہو، اس پر چادر ڈال رہے ہو اور تم جانتے ہو کہ حق ہے۔ اگر تمہیں یہ علم ثابت کر گیا کہ تم جھوٹے اور خدا کے حضور لازماً جواب دہ ہو گے۔ اس میں غلط فہمی کا کوئی سوال نہیں رہا۔ جس کو یہ پتا نہ ہو کہ یہ حق ہے وہ اس پر خواہ مخواہ جھوٹ کی چادر ڈالے گا کیوں۔ جھوٹ کی چادر استعمال کر کے چھپانے کی کوشش بتا رہی ہے کہ دل سے ان کا نفس گواہ بن گیا کہ ہے سچا اگر اس کو جھوٹ سے چھپایا نہ گیا تو غالب آ جائے گا۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہیں کیا فائدہ ہوا سوائے اس کے کہ تم پکڑے گئے خدا کی تم پر حجت تمام ہو گئی لیکن جب یہ صورت ہو تو اللہ تعالیٰ پھر اپنی دوسری غالب تقدیر کو ظاہر فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ بَلۡ نَقۡذِفُ بِالۡحَقِّ عَلَى الۡبَاطِلِ (الانبیاء:19) کہ جب وہ ایسی حرکتیں کرنے لگتے ہیں تو پھر ہم اپنا جلالی غلبہ مومنوں کے حق میں ظاہر کرتے ہیں۔ حق کے طرفداروں کی تائید میں ایک جلالی شان ظاہر کرتے ہیں۔ بَلۡ نَقۡذِفُ بِالۡحَقِّ عَلَى الۡبَاطِلِ ہم حق کو باطل پر دے مارتے ہیں۔ فَيَدۡمَغُهٗ وہ اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے۔ تو پھر اس سے بھاگے بغیر بن نہیں پڑتی۔ پس یہ جو آسمان سے تائیدی نشان ظاہر ہوتے ہیں۔ یہ صبر کے نتیجے میں ظاہر ہوتے ہیں اگر آپ حق پر قائم رہیں اور حق کو چھوڑ کر باطل کی پناہ نہ لیں۔

پس ہر داعی الی اللہ کو اپنے اندر سچائی کے معیار کو بلند کرنا ہو گا اور یہ اگر سچائی کا معیار روزمرہ

کی زندگی میں آپ کے اندر، آپ کے ماحول میں، آپ کے گھروں میں موجود نہیں تو تبلیغ کے موقع پر کبھی آپ کا ساتھ نہیں دے سکتا۔

جب روزمرہ کی زندگی میں انسان یا اس کے بچے جھوٹ کے عادی ہو جائیں۔ چھوٹی چھوٹی باتوں میں اور کچھ نہیں لطیفے بنانے کی خاطر زیب داستاں کے لئے ہی ایسا جھوٹ بولیں کہ جس کا یہ اثر پڑے کہ واقعہ اسی طرح ہوا تھا۔ ایک ہے کہانی یا لطیفہ وہ تو ہوتا ہی جھوٹ ہے لیکن اس کے متعلق قرآن کریم میں کہیں مناہی نہیں ہے۔ کہانیاں بھی حد اعتدال کے طور پر انسانی فطرت ہے لیکن کہانی یہ کہہ کر نہیں بیان کی جاتی کہ سچا واقعہ مان جاؤ۔ کہانی کہانی کے طور پر پیش کی جاتی ہے۔ لطیفہ لطیفے کے طور پر ہی پیش کیا جاتا ہے اور اس میں لوگ دلچسپی بھی لیتے ہیں اور ہنستے بھی ہیں لیکن سچا سمجھ کے نہیں۔ میں جو بات کر رہا ہوں وہ یہ ہے کہ وہ لوگ جن کو عادت ہوتی ہے ایک جھوٹی بات بنا کر سچی دکھا کر اس پر بعض لوگوں کے متعلق ہنسی پیدا کر لیں۔ یہ ایک بڑی دلچسپ بد عادت ہے جو ہماری سوسائٹی میں ملتی ہے۔ کسی شخص کے مذاق اڑانے کی خاطر، اس کی تخفیف کرنے کے لئے، تحقیر کرنے کے لئے، اس کے متعلق لطیفے بنائے جا رہے ہیں اور اس کو اس طرح سوسائٹی میں شہرت دیتے ہیں گویا سچے واقعات اسی قسم کے ہوئے تھے اور دوہری تہری گندگی ہے۔ اس میں غیبت بھی آجاتی ہے، جھوٹ بھی آجاتا ہے اور ایسی لغو چیز ہے جس کے ساتھ تکبر بھی شامل ہے۔ اپنے بھائی کی تخفیف آپ کے اپنے تکبر کو ظاہر کرتی ہے اور ایسی سوسائٹی میں پھر سچ پنپ نہیں سکتا۔

پس بعض دفعہ بظاہر سچ کو بھی شکست ہوتی ہے لیکن اگر آپ غور کر کے دیکھیں تو سچ کو شکست نہیں جھوٹ ہی کو ہوئی ہے۔ وہ جھوٹ تھا جس نے آپ کو کھا لیا جس نے آپ کے رگ و ریشہ میں زہر پھیلا دیا اور جھوٹ آپ پر غالب آ گیا کیونکہ آپ جھوٹے تھے اور جھوٹ کی تائید کرنے والے تھے۔ پس اگر آپ باریک نظر سے اتر کے اس صورتحال کا تجزیہ کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ حق جھوٹ پر غالب آیا کرتا ہے، جھوٹ حق پر نہیں آیا کرتا۔ جھوٹ غالب آتا ہے تو جھوٹے پر آتا ہے اور جھوٹے پر جھوٹ ہی کو غالب آنا چاہئے۔

پس اس پہلو سے اگر آپ اپنی سوسائٹی کی تطہیر نہیں کرتے تو جماعت کی حیثیت سے کامیاب داعی اللہ نہیں بن سکتے۔ جن لوگوں کی مثال میں نے آپ کے سامنے رکھی ہے یعنی ذہنی طور پر

میرے سامنے کئی ایسے موجود ہیں جو بہت ہی اعلیٰ سچائی کے معیار پر پورا اُترتے تھے اور زیادہ باتیں کرنی نہیں آتی تھیں۔ بعض ایسے بھی تھے جن کو خدا تعالیٰ نے زبان کی طاقت بھی عطا کی تھی **فصل الخطاب** بھی عطا کیا تھا اور سچے بھی تھے ان کی تبلیغ میں بہت زیادہ برکتیں تھیں لیکن کم گو بھی جو سچا تھا وہ ایسے انسان کے مقابل پر جو چرب زبان تھا ہمیشہ تبلیغ میں زیادہ غالب آتا ہے، زیادہ کامیاب رہا ہے۔ میں نے کثرت سے وقف جدید کے معلمین میں اس کی مثال دیکھی ہے اور ایک جگہ بھی اس میں استثناء نہیں پایا۔ کئی چرب زبان معلم ہوا کرتے تھے وہ اپنا جس طرح بھی ہو جس کو کہتے ہیں الوسیدھا کرنا، موقع پر کسی وقت چالاکیاں کر کے، ہوشیاریوں سے اپنے آپ کو غالب کر ہی لیتے ہیں یا غالب کر کے دکھاتے ہیں اور کئی دفعہ آ کے مجھے بھی قصہ سنایا کرتے تھے کہ اس نے یوں کیا ہم نے اس طرح پر داؤ مارا اس نے یہ داؤ مارا اور ہماری فتح ہوئی مگر پوچھو کہ اس فتح کے نتیجے میں کتنے لوگ احمدی ہوئے تو احمدی کوئی نہیں۔ فتح ہو گئی مگر احمدی کوئی نہیں ہوا اور اس کے مقابل پر سچے لوگ بے چارے تھوڑی بات کرنے والے کبھی شرمندگی بھی بظاہر اٹھا لیتے ہیں لیکن احمدی بڑے ہوتے تھے۔

اب یہ جو دور ہے ہمارا یہ کثرت سے تبلیغ کا دور ہے اور ملک ملک میں انقلاب برپا ہو رہا ہے۔ ایسے ملک جہاں آپ کے تصور میں بھی نہیں تھا کہ لوگ ایک دم جاگ اُٹھیں گے اور عظیم تبلیغی انقلاب برپا ہو جائے گا وہاں بھی یہ واقعات رونما ہو رہے ہیں۔ جلسہ سالانہ میں انشاء اللہ تعالیٰ اب چند دن رہ گئے ہیں۔ جو دوسرے دن کی تقریر ہے اس میں چند مثالیں آپ کے سامنے رکھوں گا۔ مگر اس وقت میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ پہلے سے زیادہ ضرورت ہے حق سے چمٹنے کی اور حق سے چمٹا جا نہیں جا سکتا۔ جب تک کہ آپ کی سوسائٹی کا مزاج سچا نہ ہو جائے۔ کسی پہلو سے جھوٹ سے کام نہیں لینا۔ ہر موقع پر عہد کریں کہ سچ سے چمٹے رہیں گے اور اس راہ میں قربانیاں بھی دینی پڑتی ہیں اور اصل حق پہچانا ہی اس وقت جاتا ہے جب قربانی درپیش ہو اور اس وقت بھی خدا کا ایک خاص نشان بسا اوقات ظاہر ہوتا ہے۔ ایک شخص حق پر قائم رہنے کی خاطر قربانی دیتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ اس کو ایک بڑی آفت سے غیر معمولی طور پر بچا لیتا ہے۔ ایسے ہی لوگوں کی ایک مثال حضرت مصلح موعودؓ نے ایک دفعہ اپنے خطبے میں دی تھی یعنی سید حامد شاہ صاحب کے ایک بیٹے کی۔

حضرت سید حامد شاہ صاحبؓ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بہت قریبی صحابہؓ

میں سے تھے اور ایسے تھے جن کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے سچائی اور روحانیت کا ایک مقام حاصل تھا۔ وہ ایک عدالت میں کسی عہدے پر تھے جس کا افسر اعلیٰ ڈپٹی کمشنر انگریز تھا۔ اس زمانے میں اکثر ڈپٹی کمشنر انگریز ہی ہوا کرتے تھے یا غالباً تمام تر انگریز ہوتے ہوں گے۔ بہر حال وہ انگریزی حکومت کے بڑے رعب داب کا زمانہ تھا ان کے بیٹے کی کسی سے لڑائی ہوگئی اور ان کے بیٹے بہت مضبوط اور قد آور پہلوان تھے اور پہلوانی کیا کرتے تھے تو جس طرح حضرت موسیٰؑ کے متعلق آتا ہے کہ ان کے ایک ہی مکے سے اس مد مقابل کی جان نکل گئی اور ان پر قتل کا مقدمہ بنا دیا گیا۔ وہ ڈپٹی کمشنر خاص طور پر اس بات میں مشہور تھا کہ خواہ ناانصافی ہی کرنی پڑے اپنے انصاف کا شہرہ ضرور کرے اور سزا دینے میں سختی کر کے وہ سمجھتا تھا کہ اس سے میرا بڑا شہرہ ہوگا اور بڑا رعب داب ہوگا کہ یہ نہیں کسی کو چھوڑتا کہ اس سے ڈر کے رہو، اس سے بچ کے رہو انہی کے دفتر میں حضرت سید حامد شاہ صاحبؓ ایک عہدے پر فائز تھے تو اس نے کہا کہ اب یہ ٹیسٹ کیس بن گیا اور اگر میں نے اس کو پھانسی پر چڑھا دیا تو بہت شہرت ہوگی کہ دیکھو کس شان کا ڈپٹی کمشنر ہے کہ انصاف کی خاطر اس نے اپنے عدالت کے ایک بڑے افسر کے بیٹے کی بھی پرواہ نہیں کی اس کو پھانسی لگا دیا لیکن اس کا کوئی ثبوت نہیں تھا کسی کے پاس۔ میر حامد شاہ صاحب کا ایک بڑا رعب داب ایک بڑا اثر و رسوخ تھا اور ضرورت اس بات کی تھی کہ اعتراف کیا جائے کہ ہاں ہم نے قتل کیا ہے اگر میر حامد شاہ صاحب کا بیٹا کہتا کہ میں نے نہیں کیا تو کسی کو جرأت نہیں تھی کہ ان کے خلاف گواہی دے۔ ڈپٹی کمشنر بھی اس بات کو سمجھتا تھا۔ اس نے میر حامد شاہ صاحب کو بلایا اور کہا کہ میں نے سنا ہے اور یہ کیس درج ہو چکا ہے۔ تو جہاں تک میں سمجھتا ہوں آپ سچ بولتے ہیں آپ بتائیں یہ واقعہ یوں ہوا ہے۔ انہوں نے کہا کہ جہاں تک میرا علم ہے ہوا ہے۔ اس نے مکا مارا تھا اور مر گیا تھا تو اس نے کہا پھر یہ بتائیں کہ آپ یہ پسند کریں گے کہ آپ کا بیٹا جھوٹ بول کر اپنی جان بچائے۔ انہوں نے کہا بالکل نہیں۔ انہوں نے بیٹے کو بلایا۔ انہوں نے کہا دیکھو تم سے یہ واقعہ ہوا ہے۔ اس نے کہا جی یہ ہوا ہے۔ تو پھر مان جاؤ۔ اس نے کہا مان گیا اور کیا چاہئے اور اقرار کر لیا کہ ہاں مجھ سے قتل ہوا ہے۔ اب ڈپٹی کمشنر کی نیتیں جو بھی تھیں لیکن حق میں ایک رعب ہوتا ہے۔ ایک ایسی عظیم طاقت ہوتی ہے جو دوسرے کو مرعوب کر دیتی ہے۔ باپ کا بیٹے کو قربان کرنے کے لئے اس طرح تیار ہو جانا جبکہ کوئی دوسری گواہی ایسی نہیں تھی جو اس کو ملزم کر سکے اور

بیٹے کا باپ کے سامنے سر تسلیم خم کر دینا کہ ٹھیک ہے میں پھانسی چڑھ جاؤں گا لیکن واقعہ یہ ہوا ہے۔اس پس ڈپٹی کمشنر کو صرف ایک ہی اب راستہ ہاتھ آیا کہ اس پوچھنا ہی نہ پڑے۔اس نے جو مقدمہ درج کروانے والے تھے ان پر خود جرح شروع کی اور جرح کر کے یہ منہ سے نکلوایا لیا کہ دراصل پہل فلاں کی تھی یہ ایک دفاعی کوشش تھی اور میر حامد شاہ صاحب کے بیٹے سے پوچھا ہی نہیں تا کہ اس کے لئے مشکل نہ پڑ جائے کہ تم نے مارا تھا کہ نہیں مارا تھا اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس کی نجات کے سامان پیدا کر دیئے۔اب یہ سچ کی برکت تھی لیکن سچ کے نتیجے میں یہ بھی ضروری نہیں ہوا کرتا کہ ادھر سچ بولا ادھر برکت مل گئی۔

لوگ جھوٹ اس لئے بولتے ہیں کہ ادھر جھوٹ بولا اور ادھر نجات کے سامان نظر آتے ہیں۔اگر سچ سے بھی ایسا ہی ہو تو لوگ پھر سچ ہی بولا کریں جھوٹ کی کیا ضرورت ہے۔تو یہ کہیں کہیں اللہ تعالیٰ کی تائید کے اظہار کے لئے اور یہ بات یقین دلانے کے لئے کہ اللہ جب چاہے تو سچ کے باوجود نجات کی طاقت رکھتا ہے اس لئے نمونۃً یہ واقعات ہوتے ہیں۔مگر روزمرہ تو لوگ جھوٹ سے بظاہر پناہ ڈھونڈ لیتے ہیں۔اب ایک اور مثال حضرت مصلح موعودؓ ہی بیان فرمایا کرتے تھے۔اس میں ایک احمدی تھا جس کو سزا ضرور ملتی تھی سچ کی مگر کبھی باز نہیں آیا۔جھنگ کے تھے جن کا بیٹا بشیر آج کل ہمارے سوئٹزرلینڈ میں غالباً قائد ہیں یا کیا ہیں۔بہت مخلص خاندان ہے۔ان کی اولاد ماشاء اللہ ساری بڑے اخلاص کے ساتھ سلسلے کے ساتھ وابستہ ہیں۔(میرے ذہن سے اس وقت نام نکل گیا ہے۔) مگر بہر حال ان کی کیفیت یہ تھی، یہاں شاید میں نے کہیں نوٹ کیا ہوا ہے میں نام بتاتا ہوں آپ کو ابھی مغلا، میاں مغلا تھے وہ۔وہ جھنگ کے ایک ایسے خاندان سے تعلق رکھتے تھے جو رسہ گیر تھے اور رسہ گیران کو کہتے تھے۔جو خود بھی چور ہوں چور رکھے بھی ہوں اور دوسرے لوگوں کے مویشی وغیرہ نکال کے لے آئیں اور سب سے بڑی شان اس رسہ گیر کی ہوتی تھی جس کا مویشی واپس نہ کرنا پڑے اور اگر مویشی واپس کرنا پڑے تو اس سے ناک کٹ جاتی تھی اور اگر پتا چل جائے کہ یہ مویشی اس جگہ ہے اور اقرار ہو جائے تو پھر واپس بھی کرنا پڑتا تھا۔تو میاں مغلا احمدی ہو گئے۔احمدی ہو کر انہوں نے فیصلہ کیا کہ میں نے تو جھوٹ نہیں بولنا اور چونکہ مخالفت بھی ہوئی علاقے میں مشہور ہو گیا کہ میاں مغلا احمدی بھی ہو گیا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے آئندہ سچ بولنا ہے۔تو جب بھی کسی کا کوئی جانور چوری ہو،

بھینس، گائے، گھوڑی، اور پتا لگے کہ اس گاؤں تک پہنچی ہے تو سارا گاؤں چوروں کی حمایت میں اٹھ کھڑا ہوتا تھا کہ سوال ہی کوئی نہیں، ہمارے گاؤں میں تو آیا ہی کچھ نہیں اور میاں مغلے کو بعض دفعہ مارکوٹ کے بند کر دیا کرتے تھے کمرے میں کہ اس کا پتا ہی نہ چلے کہ کہاں ہے۔ تو کہتے تھے کہ ہم تو نہیں مانیں گے، نہ قسمیں کھائیں گے، نہ گواہیاں مانیں گے، میاں مغلا نکال کر لاؤ گے تو پھر ہم بات کریں گے۔ تو اس بے چارے کو مجبوراً ان کے حجرے سے نکالنا پڑتا تھا اور میاں مغلا بیان کرتے تھے کہ اس وقت مجھے چٹکیاں کاٹی جاتی تھیں۔ ساتھ ساتھ۔ یاد دلانے کے لئے ہم بڑے ڈاہڈے لوگ ہیں، چھوڑیں گے نہیں۔ تو وہ پھر بے چارے ٹالنے کی کوشش کرتے تھے۔ وہ کہتے تھے دیکھو جی میں احمدی ہو گیا ہوں اور تم لوگ کہتے ہو یہ کافر ہے تو ان مومنوں کے مقابل پر کافر کی گواہی کا کیا مطلب۔ چھوڑو پرے، دفع کرو۔ یہ مومن گواہیاں دے رہے ہیں۔ بس مان جاؤ۔ تو وہ کہتے تھے کہ دیکھو تمہارے جیسے کافر کی گواہی سچی، مومنوں کی جھوٹی، اس لئے ہم نے تم سے پوچھنا ہے۔ آخر وہ منہ سے بات نکلوا لیتے تھے۔ وہ کہتے تھے مجھ سے پوچھنا ہے تو بھینس فلاں جگہ ہے۔ چوری کی ہمارے اپنے بھائی نے، فلاں نے کی ہے۔ پھر ان کو مار پڑتی تھی۔ اب ایسے موقع پر میں بتا رہا ہوں کہ صبر کی ضرورت ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے کہ حق کی بات کرو گے تو صبر بھی دکھانا پڑے گا اور ضروری نہیں ہوا کرتا کہ ہر دفعہ حق کے نتیجے میں اچانک غیب سے اعجاز ظاہر ہو۔ صبر بھی ایک اعجاز ہے وہ سب سچوں کو نصیب ہوتا ہے اور قرآن کریم فرماتا ہے کہ یہ جن کو خدا تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑے نصیب ملا کرتے ہیں ان کو یہ توفیق ملتی ہے کہ حق کی خاطر صبر کا نمونہ دکھائیں۔ چنانچہ ایک عرصے تک وہ اسی طرح ماریں کھاتے رہے اور سچ بولتے رہے بالآخر گاؤں والوں نے یہی چاہا کہ یہاں سے چلا جائے انہوں نے بھی یہی فیصلہ کیا۔ وہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کے قادیان میں آ کر بیٹھ گئے۔ اب اللہ کے فضل سے ان کی اولاد کو اللہ تعالیٰ نے مختلف جگہوں پر پہنچا دیا، بہت عزتیں بھی عطا کی ہیں۔ تو وہ پرانے جو رسہ گیر تھے وہ رسہ گیر ہی رہے۔

پس درحقیقت حق میں ایک طاقت وہ بالآخر ضرور آتا ہے اور علاقے میں جو شہرت ہوئی ہے اس کے نتیجے میں پھر احمدی بھی بہت ہوئے۔ حق میں بہت بڑی طاقت ہے۔ پس آپ لوگ اگر حق سے چمٹیں گے تو حق کے لئے قربانی کے لئے بھی تیار رہنا ہوگا اور یہ بھی امید رہے گی کہ اللہ بعض دفعہ

غیر معمولی شان سے آپ کی تائید فرمائے گا اور روزمرہ کی زندگی میں خدا تعالیٰ کے یہ تائیدی نشان دکھائی دیتے ہیں۔ پس تمام داعیان الی اللہ کو یہ جہاد کرنا چاہئے کہ ذات حق سے تعلق جوڑنا ہے، ذات حق سے تعلق جوڑنا ہے تو صبر کرنا پڑے گا، ذات حق سے تعلق جوڑنا ہے تو وہ تمام بنیادی صفات سے جو سورۃ فاتحہ میں بیان ہوئی ہیں۔ جن کا حق سے تعلق ہے ان کو سمجھ کر ان کے تقاضے پورے کرتے ہوئے حق سے تعلق جوڑنا ہے۔

میں نے یہ جو بیان کیا تھا مختصراً آپ کے سامنے دہراتا ہوں۔ پہلی یہ بات تھی کہ حق ذات وہ ہے جس کو حمد کی ضرورت نہ ہو کیونکہ ہر حمد اسی کی ہے اس کو حمد کی احتیاج نہ ہو۔ پس جھوٹا وہ ہے جس کو حمد کی احتیاج ہو۔ تو آپ اللہ تو نہیں بن سکتے۔ قابل تعریف ان معنوں میں تو نہیں ہو سکتے کہ سب حمد آپ کی ہو جائے لیکن حمد سے بے نیازی بھی ایک چیز ہے اور حق کی خاطر اگر آپ حمد سے بے نیاز ہو جائیں تو خدا تعالیٰ کی صفت حمید میں سے ایک حصہ پالیں گے اور اسی حد تک آپ کے اندر حق کا نمائندہ بننے کی صلاحیت پیدا ہو جائے گی کیونکہ بہت سے جھوٹ بولنے والے جھوٹی تعریف کی خاطر جھوٹ بولتے ہیں۔ جھوٹی باتوں کو اپنا کر، جھوٹی باتوں کی شیخیاں مار کے، جھوٹے اموال بتا کر اور کئی قسم کی ملمع سازیاں کر کے وہ فائدے اُٹھانا چاہتے ہیں۔ پس حمید کو جو سچا حمید ہو جھوٹ کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر اس کمزوری پر آپ نے اپنی نگاہ نہ رکھی تو آپ کے اندر جھوٹ کی جڑیں قائم ہو جائیں گی۔ یہ ہو نہیں سکتا کہ جب بھی آپ پر اپنی تعریف کروانے کا ابتلاء آئے اور آپ پہلے سے اس کے لئے تیار نہ ہوں اور اس ابتلاء میں کامیاب نکل جائیں۔ پہلے تیاری کرنے ہوگی۔ عام روزمرہ زندگی کی باتوں میں جہاں تعریف کی خاطر جھوٹ بولا جاتا ہے۔ آپ اچانک بیدار ہو کے دیکھیں کہ آپ کہیں ٹھوکر تو نہیں کھا رہے۔ یہ روحانی ورزش ہے جو کرنی پڑتی ہے۔ ایسے موقعوں پر ذہن کو بیدار رکھنا پڑتا ہے۔ اگر اس طرح آپ کریں گے تو جہاں آپ حمد سے مستغنی ہو جائیں گے، بالا ہو جائیں گے، جہاں آپ کے اندر استغناء پیدا ہو جائے گا وہاں آپ حقیقت میں حق بولنے کی طرف ایک اور قدم اٹھا چکے ہوں گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اور حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے بھی ایک واقعہ بیان کیا جو دراصل غالباً حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ ہی کا دیکھا ہوا واقعہ ہے جو حضرت مسیح موعود

علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا گیا ہے اور آپ نے بھی اسے استعمال فرمایا ہے۔ یہ وہ مضمون ہے کہ انسان احتیاج کے باوجود غنی ہوسکتا ہے۔ اگر اس کے دل میں اس کی حرص باقی نہ رہے۔ پس اگر حمد کی تمنا ہر وقت رہتی ہے اور دل یہی چاہتا ہے کہ لوگ تعریف کرتے رہیں تو ایسا خوشامد پسند سچا نہیں ہوسکتا۔ جیسا کہ میں نے ثابت کیا ہے سائنس کے قانون کے طور پر حساب کی رو سے آپ ثابت کرسکتے ہیں کہ ایسا حریص جو ہر وقت حمد کا خواہاں ہے اور حمد اس میں ہے نہیں کیونکہ حمد تو صرف خدا میں ہے یہ دو باتیں اکٹھی پڑھنی پڑتی ہیں۔ حمد کا خواہاں ایک ایسا غریب ہے بے چارہ جو حمد کی صلاحیتوں سے عاری ہے وہ لازماً جھوٹ بول کر اپنی دلی تمنا تعریف کی پوری کرے گا۔ پس یہ وہ تفصیل ہے جس میں جا کر آپ کو اپنی نگرانی کرنی ہوگی تب آپ حقیقی حق کا مضمون سمجھیں گے اور حق کے مضمون کو اپنی ذات میں جاری کرسکیں گے۔

دوسری بات میں نے یہ بیان کی تھی ربوبیت کی۔ رزق کا احتیاج ہے جو جھوٹ بولنے پر مجبور کرتا ہے اور دنیا کے سب سے بڑے بڑے جھوٹ جو ہیں ان کا تعلق اقتصادیات سے ہے اور اس معاملے میں تو بڑی بڑی مہذب قومیں بھی، بہت ترقی یافتہ ممالک بھی جھوٹ پر منہ مارنے سے ہرگز گریز نہیں کرتے اگر اس سے ان کی قومی یا ذاتی اقتصادیات کو فائدہ پہنچے اور آپ رب بن نہیں سکتے کیونکہ رب ہی ہے جو سب کا والی وارث ہے، سب کو دیتا ہے لیکن رزق کے احتیاج سے ان معنوں میں مستغنی ہوسکتے ہیں آپ اللہ کو رب سمجھیں اور کسی اور کو رب نہ سمجھیں اور حمد کے تعلق میں بھی یہی مضمون ہے جو آپ کو فائدہ دے گا۔ ورنہ یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جو از خود اچانک آپ فیصلہ کرلیں ہم سچے ہو جائیں اور سچے ہو جائیں گے۔ ان باریکیوں سے اس مضمون کو سمجھ کر اپنی ذات میں اس مضمون کو جاری کرنا ہوگا۔

آپ حمید ذات سے تعلق جوڑیں اور اسی کو صاحب حمد سمجھیں پھر اگر حمد کی تمنا ہے تو وہیں سے پوری ہوگی۔ دیکھیں اللہ تعالیٰ حمید ہے اور سب سے زیادہ حمد باری تعالیٰ کرنے والا احمد تھا یعنی حضرت محمد ﷺ اور سب سے زیادہ تعریف جس وجود کی کی گئی ہے وہ محمدؐ ہے اور یہاں اللہ احمد بن گیا اور محمد رسول اللہ ﷺ کو محمدؐ بنا دیا۔ تو یہ حمد کا مضمون ہے اگر ایک انسان کامل طور پر توکل کرے اور یقین رکھے کہ حمید صرف وہ ہے اور کوئی نہیں ہے اور تمام تر حمد اس کی طرف منسوب کردے تو حمد کی خواہش

پھر اوپر سے پوری ہوگی۔ پھر اللہ صاحب حمد بنائے گا اور ایسے شخص کو کسی جھوٹ کے سہارے کی ضرورت ہی کوئی نہیں رہتی ہے اگر ربوبیت کی تمام تر صفات اللہ کی طرف منسوب ہو جائیں اور یقین کیا جائے کہ اللہ ہی ہے جو رزق عطا فرمانے والا ہے اور اگر وہ نہیں عطا فرماتا تو میں کسی اور سے نہیں مانگوں گا اور کسی اور رزق کے سامنے سر جھکا کر شرک نہیں کروں گا۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کا جو وعدہ بعد میں آنے والا ہے یہ وہی مضمون ہے۔ اللہ کو رب مان جائیں اور پھر کسی اور کی طرح توجہ نہ کریں تو پھر آپ ربوبیت کے معاملے میں خدا کی صفت ربوبیت کے حصہ دار بن جاتے ہیں پھر آپ کو وہ لوگوں کی پرورش کرنے والا بناتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایک دور مجھ پر یہ تھا کہ دستر خوان کے بچے کھچے ٹکڑے کھایا کرتا تھا یہی میری غذا تھی۔ آج دیکھو لاکھوں ہیں جو میرے دستر خوان سے کھانا کھا رہے ہیں۔ تو جو رب کی خاطر غریب ہو جاتے ہیں ان کو اللہ پھر ربوبیت کی صلاحیتیں عطا کرتا ہے، ان کو ربوبیت کا مظہر بناتا ہے، ان کے لنگر جاری کرتا ہے اور اس وقت تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک سو سے زائد ممالک میں لنگر جاری ہو چکے ہیں۔ اب یہ جلسہ جاری ہوگا یہ وہی لنگر ہے جو آپ دیکھیں گے۔ تو دیکھیں خدا تعالیٰ کس طرح تھوڑی تھوڑی قربانی کو اتنا بڑھا کر دیتا ہے۔

پس جو ربوبیت میں اپنے رب کے ساتھ تعلق قائم کر چکا ہو جس کی ساری ضرورتوں کا اللہ کفیل ہو چکا ہو جسے وہ آسمان سے آواز دے کہ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ (الزمر: 37) اے باپ کی جدائی کا غم کرنے والے کیا تو جانتا نہیں کہ اللہ اپنے بندے کے لئے کافی ہے۔ اس کو پھر جھوٹ کی کیا ضرورت ہے۔ جب سچے خدا سے اس نے رزق کی ساری ضرورتیں مانگ لیں اور اسے اپنا کفیل بنالیا۔ پس ربوبیت میں بھی آپ کو خدا سے تعلق جوڑ کر ہی حق بننا پڑے گا۔ ربوبیت کے تعلق میں بھی آپ ہمیشہ خطرے میں ہیں کہ آپ جھوٹ بولیں کیونکہ ربوبیت کی ضرورت ہر انسان کو ہے لیکن سچے رب سے جب تعلق باندھ لیں گے تو آپ کو جھوٹ کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ اسی طرح یہ مضمون آگے بڑھتا ہے۔

چونکہ اب وقت ختم ہو چکا ہے میں اسے چھوڑتا ہوں۔ مگر آخر پر یہی میرا زور ہے کہ آپ اپنے اندر اگر انقلاب کی صلاحیتیں پیدا کرنا چاہتے ہیں، آپ کی مٹھیوں میں وہ تار تھمائے جائیں جو

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مٹھیوں میں تھے جو انقلاب کے تار تھے، ایک ہی رستہ ہے کہ آپ سچے ہو جائیں حق کو اختیار کر لیں اور حق سے غیر معمولی طاقت آپ کی زبان میں پیدا ہو جائے۔ آپ کے کلام میں پیدا ہو جائے گی اور جو کمزوریاں باقی رہ جائیں گی وہ آسمان سے پوری ہوں گی۔ خدا خود پھر اترتا ہے اپنے جبروت کے نشان دکھاتا ہے اور وہ لوگ جو حق میں صبر کے ساتھ اس کے لئے قائم رہتے ہیں اس کے ساتھ قائم رہتے ہیں ان کے حق میں نشان دکھاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین